QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

ظہور احمد اعوان کے سفر ناموں میں تاریخی و تہذیبی عناصر

ڈاکٹر عزیز الرحمان
لیکچرار شعبہ اردو یونیورسٹی آف بونیر، خیبر پختونخوا
ایاز خان
پی ایچ ڈی اسکالر قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی پشاور
ڈاکٹر تحسین بی بی
صدر شعبہ اردو قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی پشاور

Abstract:
Stating history is not necessary for a travelogue, but it is certainly an important component in increasing its significance. Since Dr. Zahoor Ahmad Awan was an intellectual personality, he had a deep interest in history and civilization. On this basis, we also find descriptions of history in his travelogues. In his travelogues, one finds mentions of the history of America, Turkey, Britain, Europe, and India, along with historical places and buildings. The reader does not get bored while reading historical accounts because Zahoor Ahmad Awan's style is charming. Mentions of various civilizations are also present as needed.

تاریخ بیان کرنا اگرچہ سفر نامے کے لیے ضروری نہیں لیکن اس کی اہمیت میں اضافے کا ایک اہم جزو ضرور ہے۔ڈاکٹر ظہور احمد اعوان چونکہ علمیت شخصیت تھی، اس لیے تاریخ اور تہذیب میں ان کی دلچسپی گہری تھی۔اس بنیاد پر ہمیں ان کے سفر ناموں میں تاریخ کا بیان بھی ملتا ہے۔ان کے سفر ناموں میں امریکی، ترکی، برطانوی، یورپی اور بھارت کی تاریخ اور تاریخی مقامات و عمارات کا ذکر ملتا ہے۔تاریخ کا ذکر پڑھتے ہوئے قاری بور نہیں ہوتا کیونکہ ظہور احمد اعوان کا اسلوب دلکش ہے۔مختلف تہذیبوں کا ذکر بھی بقدر ضرورت موجود ہے۔

کلیدی الفاظ: سفر نامہ، تاریخ، امریکہ، تہذیب، کلچر، اسلوب

ایک سفر نامہ میں اس ملک کی تاریخ بیان کرنا سفر نامے کا ضروری جزو نہیں ہے لیکن جس ملک کی سیر و سیاحت کی جائے اس کی تاریخی اور تہذیبی زندگی سے بنیادی آگاہی ایک سفر نامہ نگار کے لیے ضروری ہوتی ہے۔ سفر نامہ میں اگرچہ کسی ملک کی مکمل تاریخ بیان نہیں کی جاتی لیکن مختلف حالات و واقعات کو اس کے تاریخی تناظر میں بیان کرنا ضروری ہوتا ہے۔ جن قارئین کو تاریخ کی ضرورت ہو یا اس سے دلچسپی رکھتے ہوں وہ تاریخی کتب میں اس کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔لہذا کسی ملک کی تاریخ بیان کرنا سفر نامے کا مقصد نہیں ہوتا البتہ دلچسپ اور ضروری تاریخی معلومات جستہ جستہ اگر سفر نامے میں شامل کر دیئے جائیں تو اس سے قارئین کی سفر نامے میں دلچسپی بھی بڑھتی ہے اور حالاتِ حاضرہ کو تاریخی تناظر میں سمجھنے میں مدد بھی ملتی ہے۔

ڈاکٹر ظہور احمد اعوان نے اپنے بیشتر سفر ناموں میں جہاں تک ممکن ہو سکا ایک ملک یا شہر کی مختصر تاریخ بھی بیان کی ہے لیکن دو سفر نامے ایسے ہیں کہ ان میں تاریخی اور لسانی مواد زیادہ مقدار میں شامل کیا گیا ہے۔ اگرچہ یہ مواد سفر ناموں میں شامل ہے لیکن یہ سفر نامے کا حصہ نہیں لگتا۔ جیسے ان کے سفر نامے ”امریکہ نامہ“ میں صفحات نمبر ۲۲ تا ۳۴ کا سارا مواد امریکہ کی تاریخ سے متعلق ہے۔ اس حصے کا عنوان بھی انہوں نے ”امریکہ تاریخ و جغرافیے کے آئینے میں“ رکھا ہے۔ سفر نامے کا یہ حصہ سفر نامے کے اسلوب اور اندازِ تحریر سے بھی مطابقت نہیں رکھتا۔ اس حصے کو امریکہ کی تاریخ پر مبنی مختلف کتب سے مرتب کر کے شامل کیا گیا ہے۔ تاریخ و جغرافیہ

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

کو سفر نامے کے اسلوب کی بجائے تاریخی کتب کے خشک انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

سفر نامہ ”زبانِ یار من ترکی“ میں بھی ترکی کی تاریخ، جغرافیہ اور ادب پر بہت زیادہ صفحات شامل ہیں۔ ۴۵۹ صفحات کے اس سفر نامے میں ۳۴۰ صفحات کا تاریخی اور ادبی مواد شامل ہے۔ جب کہ اصل سفر نامہ ۱۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۳۴۰ سے زائد صفحات میں اردو ترکی مشترکہ الفاظ کی فہرست بھی دی گئی ہے۔ یہ فہرست ۱۱۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ ترکی کی تاریخ، جغرافیہ، تعلیم، صحت، زراعت اور ادب سے متعلق اہم سہی لیکن اس کو سفر نامے کا حصہ نہیں سمجھا جا سکتا کیونکہ یہ معلومات سفر نامہ نگار نے سفر کے دوران دیکھ کر یا سن کر تحریر نہیں کی ہیں بلکہ تاریخی کتب کے مطالعے کے دوران حاصل کی ہیں۔ سفر نامے کے دوران بھی انہوں نے بعض تاریخی معلومات درج کی ہیں۔ سفر نامہ ”دیکھ کبیر اوریا“ میں جابجا تاریخی عنوانات قائم کر کے تاریخی معلومات درج کی ہیں جو فن سفر نامہ نگاری کے مطابق نہیں ہیں یا کم از کم ایک دلچسپ سفر نامے میں قاری کی دلچسپی کو کم کر دیتے ہیں مثلاً ”امریکہ ایک نظر میں“ اس عنوان کے تحت ۶ صفحات کا تاریخی مواد دیا گیا ہے۔ ایک اور عنوان ”سیاہ فام اقلیت“ کے تحت بھی ۶ صفحات تاریخ سے متعلق ہیں۔ ”امریکہ اور بچے“ کے عنوان کے تحت بھی امریکی محکمہ صحت کے اعداد و شمار دیئے گئے ہیں۔ امریکی جنگلات اور امریکہ میں مقیم پاکستانیوں کے مسائل بھی سفر نامے کی دلچسپی کو کم کرنے کا باعث ہیں۔ پاکستانیوں کے مسائل والے عنوان کے تحت عمومی مباحث کیے گئے ہیں۔ اقتباس ملاحظہ ہو:

”ہر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ امریکہ ان کے خوابوں کی جنت ہے۔ یہاں پہنچے اور درختوں سے ڈالر گرنے لگے۔ بے لباس نازنینیں باہوں کی مالائیں لے کر گلوں سے جھول گئیں۔ دودھ اور شہد کی نہریں ہیں کہ بہہ رہی ہیں۔ مزے اور تماشے ہیں۔ من و سلویٰ کے انبار ہیں۔ مگر جب یہاں آتے ہیں تو سب سپنے چکنا چور ہو کر خرچ کے ڈر سے چھپائے جانے والے ڈالروں میں ڈھل جاتے ہیں۔“(i)

ڈاکٹر ظہور احمد اعوان نے اپنے سفر ناموں میں جہاں جہاں ضروری تاریخی معلومات فراہم کی ہیں اور سفر نامے کے انداز اور اسلوب کو ملحوظ نظر رکھا ہے وہ یقیناً سفر نامے میں اہمیت کے حامل ہے۔ ایسی تاریخی معلومات ایک ملک، ایک شہر یا ایک عمارت کی تاریخی پس منظر سمجھنے میں بھی معاون ہیں اور سفر نامے کو دلچسپ بھی بناتے ہیں۔ ذیل میں ڈاکٹر ظہور احمد اعوان کے سفر ناموں میں سے چند تاریخی اقتباسات کے نمونے پیش کیے جاتے ہیں:

”مسٹر کوڈ نے ہمیں شہر کے اندر گھمایا پھرایا۔ وہ ہمیں مختلف عمارتوں کے پاس لے جاتے۔ تاریخ جغرافیہ بیان کرتے اور دلچسپ باتیں بتاتے۔ روشن خیال آدمی تھے۔ انہوں نے اعتراف کیا کہ امریکی لوگوں نے مقامی باشندوں پر بلاوجہ ظلم و ستم ڈھائے ہیں۔ سیائل کی تاریخ کے بارے میں بتایا کہ عالمی اعتبار سے یہ ایک نیا شہر ہے۔ اسے بسے سو سال کا عرصہ ہوا ہے۔ اس سے قبل سیائل ایک ساحلی ماہی گیر بستی تھی۔ چند ہزار نفوس پر مشتمل مقامی انڈین باشندے مچھلیاں پکڑ پکڑ کر، لکڑیاں بیچ بیچ کر گزارہ کرتے تھے۔ پھر امریکی آبادکاروں کی نگاہ اس زرخیز زمین اور ساحل پر پڑی چنانچہ بے چارے سرخ ہندوستانیوں کو یہاں سے مار مار کر نکالا گیا۔ ہزاروں مارے گئے۔ کچھ کو دوسری گرم و صحرائی ریاستوں کی طرف منتشر کر دیا گیا اور کچھ کو دور پہاڑی مقامات پر خصوصی کیمپوں میں بسایا گیا۔“(ii)

سفر نامہ ”امریکہ نامہ“ میں یکم مئی کے حوالے سے مصنف نے ایک عنوان ”امریکی لیبر ڈے“ کے تحت اس دن کی اہمیت کے حوالے سے تاریخی حوالے دیئے ہیں۔ مصنف نے لکھا ہے کہ مزدوروں کے عالمی دن کے موقع پر امریکہ میں بھی یہ دن منایا جاتا ہے حالانکہ یکم مئی ۱۸۸۶ء کو مزدوروں پر ظلم ڈھانے والا امریکہ ہی تھا اور جب کہ پوری دنیا میں یکم مئی کو مزدوروں کا عالمی دن منایا جاتا ہے، امریکہ میں ۴ ستمبر کو منایا جاتا ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے لکھا ہے:

”یہ یکم مئی ۱۸۸۶ء ہی کا دن تھا۔ مزدور آٹھ گھنٹے کے اوقاتِ کار کا اور محنت کے معاوضے میں اضافے کے لیے پُرامن مظاہرہ کر رہے تھے مگر سرمایہ فرعونیت پہ آمادہ تھا۔ اس نے اس تحریک کو کچلنے کے لیے سینکڑوں معصوم لاشے خاک و خون میں تڑپا دیئے۔ جیت سرمایے کی نہیں محنت کی ہوئی۔ آج دنیا بھر میں محنت کشوں کو جو حقوق و مراعات حاصل ہیں وہ اس خون کا معمولی عاضہ ہے جو شکاگو کی سڑکوں پر مئی کی ایک صبح کو بہا تھا جو دنیا بھر میں یکم مئی اور امریکہ میں ۴ ستمبر کو منایا جاتا ہے۔“(iii)

دہلی کی سیر و سیاحت کے دوران ڈاکٹر ظہور احمد اعوان کی ملاقات پاکستان کی معروف شخصیت حکیم محمد سعید کے بڑے بھائی حکیم محمد حمید سے ہوئی۔ وہ حکیم سعید سے ۱۳ سال بڑے تھے۔ آزادی کے بعد حکیم محمد سعید نے ہجرت کی اور پاکستان آ کر اپنا مشہور دواخانہ "ہمدرد" کھولا جب کہ حکیم محمد حمید نے دہلی ہی میں قیام کرنا

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

پسند کیا۔ حکیم محمد حمید کے ساتھ ملاقات کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے اور ان کے بھائی حکیم محمد سعید کے بارے میں مصنف نے تاریخی معلومات درج کی ہیں اور قارئین کو حکیم برادران سے متعلق اچھی معلومات فراہم کی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

”میرے پوچھنے پر بتایا کہ انگریزی پڑھ اور سمجھ لیتا ہوں بول نہیں سکتا۔ میں نے پوچھا آپ نے ۱۹۴۷ء میں پاکستان کو ہجرت کیوں نہیں کی۔ میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور کہا یہاں بھی تو کسی کو رہنا تھا۔ اب تو پاکستانی جتنے یا اس سے زیادہ مسلمان یہاں بھارت میں رہتے ہیں۔ ہم ان کروڑوں مسلمانوں کو چھوڑ کر کہا جائے۔ انہوں نے کہا یہ حقیقت ہے کہ ابوالکلام آزاد اور چند دوسرے زعماء کی وجہ سے ۱۹۴۷ء میں ہندوستان کے مسلمان کافی حد تک بچ گئے تھے ورنہ اس سے بھی بُرا حال ہوتا۔ انہوں نے بتایا کی دِلی جب ۱۹۴۷ء میں لُٹ رہی تھی اس وقت "ہمدرد" محفوظ رہا تھا۔ ہم نے اپنے طور پر بھی نقلی مورچے بنا کر کچھ بندوبست کیا تھا۔ کچھ ابوالکلام آزاد نے ہماری مدد کی تھی۔“(iv)

سفر نامہ نگار جس قلعے، قبرستان، لائبریری یا مسجد کی سیر کرتا ہے اور اس سے متعلق کچھ معلومات نہیں دیتا بلکہ صرف اپنی سیاحت کا تذکرہ کرتا ہے تو قاری کو ایک کمی اور تشنگی کا احساس ہوتا ہے۔ اگر سفر نامہ نگار نے اس مقام یا عمارت سے متعلق ضروری معلومات تحریر کر دیئے تو یہ قاری کی معلومات میں بھی اضافے کا باعث بنتے اور سفر نامے کا یہ حصہ بھی دلچسپ اور اہم بن جاتا، ڈاکٹر ظہور احمد اعوان نے دہلی میں قطب مینار کی سیر کے بعد جب اس سیر و سیاحت کا تذکرہ کیا تو ساتھ ہی ساتھ تاریخی معلومات بھی رقم کر دیں۔ جو دلچسپ اور اہم ہیں۔ اس حصے سے ایک اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

”قطب مینار کی تعمیر کو خاندانِ غلاماں کے حکمران اور ہندوستان کے پہلے مسلمان بادشاہ قطب الدین ایبک سے منسوب کیا جاتا ہے۔ قطب الدین ایبک سلطان شہاب الدین غوری کا غلام اور ہندوستان پر حملہ آور مسلمان افواج کا سپہ سالار تھا۔ اس نے ترائن کی لڑائی میں آخری ہندو حکمران پرتھوی راج چوہان کو شکست دے کر دہلی کی سلطنت پر قبضہ کیا تھا۔ یہ مینار مسجد قوت الاسلام کے دروازے کے بالکل برابر تعمیر کیا گیا تھا۔ یہ مینار مسجد کے مینار کے طور پر آذان کے لیے بھی استعمال ہوتا رہا ہو گا۔ بعض ہندو موٴرخین کا خیال یہ ہے کہ اس مینار کی پہلی منزل پرتھوی راج نے تعمیر کرائی تھی۔ اس پر دوسری منزلیں مسلمان حکمرانوں قطب الدین ایبک، التمش اور فیروز شاہ تغلق نے تعمیر کرائیں۔“(v)

سفر کے حالات و واقعات اور روزمرہ کے مشاہدات و تجربات کے ساتھ ساتھ کسی ملک کی تاریخ و تہذیب کے مختلف حوالے قاری کے لیے معلومات اور دلچسپی دونوں طرح کے حامل ہوتے ہیں۔ امریکہ میں سفید فام اور سیاہ فام کی اصطلاحیں نسلی اصطلاحوں کے طور پر استعمال ہوئی ہیں۔ ماضی میں سفید فام امریکیوں نے سیاہ فام امریکیوں کو سماجی طور پر نسلی امتیاز کا شدید نشانہ بنایا تھا۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر ظہور احمد اعوان نے اپنے سفر نامہ ”دی امریکن ڈائری“ میں اس موضوع پر اہم معلومات بہم پہنچائی ہیں اور ڈاکٹر مارٹر لوتھر کے عدم تشدد کے فلسفے اور اس کے قتل کا بھی ذکر کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے:

”ڈاکٹر کنگ کو ۱۹۶۳ء میں سفید فام نسل پرستوں نے قتل کر دیا تھا۔ وہ عدم تشدد کے فلسفے کا حامی ایک جواں سال قائد تھا۔ اس نے سیاہ فام امریکیوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی کوششیں شروع کی تھیں۔ اس نے واشنگٹن میں تاریخی میلین مارچ منعقد کر کے عوام کو بتا دیا تھا کہ سیاہ فاموں کو اب زیادہ دیر تک دوسرے درجے کا شہری نہیں سمجھا جا سکے گا۔ یہ تقریر اس موقع پر کی گئی تھی۔ ۱۹۶۳ء تک امریکہ کی جنوبی ریاستوں میں سیاہ فام باشندے بسوں میں سفید فاموں کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ انہیں کھڑے ہو کر سفر کرنا پڑتا تھا۔ ایسے سینکڑوں مقامات تھے جہاں لکھا تھا کہ سیاہ فام اور کتے یہاں داخل نہیں ہو سکتے۔“(vi)

کیلی فورنیا کی سیر و سیاحت کے دوران سفر نامہ نگار نے جہاں دیگر مشاہدات و تجربات اپنے سفر نامے میں درج کیے ہیں وہاں کیلی فورنیا کی قدیم تاریخ اور معاشی اہمیت کو بھی اُجاگر کیا اور لکھا ہے:

”کیلی فورنیا کو گولڈ سٹیٹ بھی کہا جاتا ہے۔ یہاں ایک زمانے میں بہت سونا نکلتا تھا۔ ایسا گولڈ رش ہوا تھا کہ ہر طالع آزما امریکی کندھے پر بیلچہ کدال اٹھائے اس سرزمین کو کھودنے آنکلا تھا۔ خوب سونا نکلا تھا۔ پھر کانیں خشک ہو گئیں تو لوگ پُھر کر کے اُڑ گئے۔ امریکن ویسٹ کا یہ رومانوی منظر کہلاتا ہے۔ اس کا رقبہ کوئی ڈیڑھ لاکھ مربع میل ہے ایک پرتگالی ملاح آباد کار جو آن روڈریگوز کبریلاؤ نے ۱۵۴۲ء میں اسے دریافت کیا۔ سپین کے بادشاہ چارلس نے ۱۷۴۸ء میں اسے سپین کی نو آبادی بنایا۔ ۱۷۷۷ء میں

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

یہاں سپینی نژاد لوگوں کی آمد شروع ہوئی۔"(vii)

تہذیبی معلومات:

کسی ملک کی تاریخ کے ساتھ ساتھ اس ملک اور معاشرے کی تہذیب بھی ایک سفر نامہ نگار کی دلچسپی کی حامل ہوتی ہے۔ کسی قوم اور معاشرے کی تہذیبی زندگی ہی اس کی اصل شناخت بنتی ہے۔ تہذیب سے ایک قوم کا نظریہ حیات اور طرزِ زندگی نمایاں ہوتی ہے۔ کسی قوم یا معاشرے کی تہذیب میں اگر شائستگی، ملائمت، نرمی اور علمی انداز پایا جاتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ یہ معاشرہ تہذیبی طور پر ترقی یافتہ ہے۔ غیر مہذب معاشروں میں بدامنی، انتشار، سخت گیری اور عدم تعاون کے جذبات واضح پائے جاتے ہیں۔ لیکن کہیں ایسا بھی ہے کہ ایک قوم نے مادی طور پر بہت ترقی کر لی لیکن ان کی تہذیب میں انتشار اور سماجی بے چینی پائی جاتی ہے۔ زندگی کا واضح نصب العین نہ ہونے اور روحانی طور پر کمزوریوں کے باعث بعض تہذیبیں انتشار اور بے سکونی کا شکار رہتی ہیں۔ ڈاکٹر ظہور احمد اعوان نے اپنے سفر ناموں میں دوسرے معاشروں کی تہذیبی زندگی کا بھی نقشہ کھینچا ہے۔ جا بجا معاشروں کی تہذیب و ثقافت سے وابستہ واقعات کا تذکرہ کیا ہے۔ ذیل میں تہذیبی مشاہدات کے چند نمونے پیش کیے جاتے ہیں۔ "سفر نامہ بلیک پول سے بوسٹن تک" میں برطانیہ کی تہذیبی زندگی میں نفاست اور صفائی کا حال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"کہتے ہیں کہ کسی ملک کی ترقی اور تہذیب کا اندازہ لگانا ہو تو اس کے غسل خانے دیکھنے جائیں۔ یہاں غسل خانے چمچماتے، صاف روشن اور گرم ٹھنڈے پانی، ٹشو پیپرز، صابن اور ہاتھ صاف کرنے والے تولیوں اور گرم ہوا کی مشینوں سے مزین ہیں۔ لندن میں جہاں ایشیائی اور دوسرے افراد کی کثرت ہے وہاں غسل خانے کے استعمال کی فیس لی جاتی ہے۔ جہاں خستہ حالی، شکست و ریخت، عدم صفائی نظر آجائے جان لیجئے کہ یہاں ایشیائی اور پاکستانی رہتے ہیں۔"(viii)

اس اقتباس میں دو تہذیبوں کا فرق واضح کیا گیا ہے۔ برطانوی معاشرت اور تہذیب میں صفائی اور نفاست کی مثال ان کے غسل خانوں سے لی گئی ہے اور اس کے مقابلے میں ایشیائی باشندوں اور خصوصاً پاکستانیوں کی تہذیب کو بھی غسل خانوں کی خستہ حالی اور گندگی سے نمایاں کیا گیا ہے۔

برطانیہ میں تہذیبی زندگی کے ایک رُخ کو بھی سفر نامہ نگار نے واضح کیا ہے۔ یہ ہے اپنی باری کا انتظار کرنا۔ ہمارے ہاں صبر و سکون سے اپنی باری کا انتظار کرنے کا کلچر بہت ہی کمزور ہے جب کہ برطانیہ میں یہ ایک کلچر اور تہذیب کا لازم حصہ ہے۔ اس تہذیبی خوبی کو اجاگر کرتے ہوئے سفر نامہ نگار نے لکھا ہے:

"پارکنگ کے مسئلے کی وجہ سے لوگ اکثر پبلک ٹرانسپورٹ استعمال کرتے ہیں۔ بسیں اس قدر صاف اور آرام دہ ہیں کہ آدمی کا اُترنے کو جی نہ چاہے بزرگ شہریوں کے لیے ہر بس، ریل میں نشستیں مخصوص ہوتی ہیں اور انہیں پہلے چڑھنے اترنے دیا جاتا ہے۔ کرایہ بھی ان کا آدھا ہوتا ہے۔ قطار کلچر کا یہ عالم ہے کہ دو آدمی بھی ہو تو قطار بناتے ہیں۔"(ix)

اس اقتباس میں قطار کلچر کے ساتھ ساتھ بزرگ شہریوں کے سماجی مقام و مرتبے کو بھی اجاگر کیا ہے۔ بزرگ شہریوں کے لیے حکومت کی طرف سے آدھی ٹکٹ کی رعایت اپنی جگہ ایک عمدہ قانون ہے لیکن عوامی سطح پر بھی بزرگوں کی صحت اور آرام کا اس قدر خیال رکھا جاتا ہے۔ کہ ان کو بسوں میں پہلے چڑھنے اور اترنے دیا جاتا ہے۔ یہ ایک تہذیبی خوبی ہے اور ایک معاشرے میں سماجی نظم و ضبط اور احساس کو واضح کرتی ہے۔

ڈاکٹر ظہور احمد اعوان نے امریکہ و برطانیہ کی سیر و سیاحت پر ایک سفر نامہ "سفر تمام" لکھا ہے۔ اس میں امریکی تہذیب کے منفی پہلوؤں کو بھی اجاگر کیا ہے۔ خاص طور پر امریکہ میں مقیم پاکستانیوں کی تہذیبی محرومی کا حال کھل کر بیان کیا ہے اور لکھا ہے:

"یہ ٹوٹل کمرشل اور اقتصادیات کی دنیا ہے۔ یہ لوگ اپنی ثقافت و روحانیت اور اندر کی دنیا کو زندہ رکھنے کے لیے فلمیں اور ڈرامے دیکھتے ہیں۔ مشاعروں میں شرکت کرتے ہیں۔ پان اور نسوار کھاتے ہیں۔ جمعہ و عید کی نمازیں پڑھتے ہیں۔ اردو ہندی اخبار پڑھتے ہیں۔ ماں باپ کو عمرہ کرا دیتے ہیں۔ مسجدوں کی تعمیر کے لیے چندے دیتے ہیں۔ غرض ایک مصنوعی دنیا اور زندگی کے باسی بن کر اپنی جڑوں سے کٹ جاتے ہیں۔"(x)

ڈاکٹر ظہور احمد اعوان نے مختلف ممالک کی سیر و سیاحت کے دوران مختلف دوستوں کو خطوط لکھ کر بھی وہاں کے حالات و واقعات و یکجا کیا ہے۔ اور "ابن بطوطہ کے خطوط" کے نام سے خطوط پہ مشتمل یہ سفر نامہ بھی شائع کیا ہے۔ اس میں جرمن قوم کی تہذیب و ثقافت پر بھی ایک خط میں مختصر طور پر لکھا ہے۔ جرمنی میں

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

صنعت وحرفت کی ترقی کے باوجود علم وفلسفہ اور اپنی زبان وثقافت سے لگاؤ کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے:

”جرمنی میں جنگلات ہیں، چراگاہیں، ہزاروں لاکھوں مربع میل پر پھیلی انگور کی شراب فروش بیلیں ہیں صنعت و حرفت کا ایسا جال بچھا ہے کہ ہر طرف سے چمنیوں کا دھواں اٹھتا ہی دکھائی دیتا ہے۔ علم وفلسفہ یہاں ایسا ہے کہ ہر درس گاہ ایک یونیورسٹی۔ ان کو اپنی زبان پر ایسا ناز کہ انگریزی کا داخلہ ممنوع۔ جرمنی میں پھرتے آپ جرمن زبان کے بغیر گونگے گونگے لگتے ہیں۔“[xi]

ڈاکٹر ظہور احمد اعوان نے جس ملک اور قوم سے متعلق اپنے سفرناموں میں معلومات درج کی ہیں ان میں وہاں کی تہذیبی زندگی خصوصی طور پر شامل ہے۔ تہذیب وثقافت کے رنگوں کو مختلف مقامات اور مختلف حالات وواقعات میں دکھایا ہے۔ کہیں کسی تہذیب کی خوبیاں بیان کی ہیں تو کہیں دو تہذیبوں کا تقابل کرکے باہمی فرق کو نمایاں کیا ہے۔

---

i: ظہور احمد اعوان، ڈاکٹر، دیکھ کبیر ارویا، ادارہ علم وفن، پشاور، 1992ء، ص ۴۳۵

ii: ایضاً، ص ۳۴۸

iii: ظہور احمد اعوان، ڈاکٹر، امریکہ نامہ، ادارہ علم وفن، پشاور، 1993ء، ص ۲۵۵

iv: ظہور احمد اعوان، ڈاکٹر، گنگا جمنا کے دیس میں، ادارہ علم وفن، پشاور، 1997ء، ص ۴۶

v: ایضاً، ص ۱۷۲

vi: ظہور احمد اعوان، ڈاکٹر، امریکن ڈائری، ادارہ علم وفن، پشاور، 2001ء، ص ۳۴۸

vii: ایضاً، ص ۳۶۸

viii: ظہور احمد اعوان، ڈاکٹر، بلیک ہول سے بوسٹن تک، مکتبہ عالیہ، لاہور، 2004ء، ص ۱۴۶

ix: ایضاً، ص ۱۴۵

x: ظہور احمد اعوان، ڈاکٹر، سفر تمام، شعیب سنز، سوات، 2007ء، ص ۱۱۱

xi: ظہور احمد اعوان، ڈاکٹر، ابن بطوطہ کے خطوط، الوقار پبلیکیشنز لاہور، 2008ء، ص ۱۰۸